ہفت روزہ

# خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور



# احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّی الصَّلٰوۃَ وَ حَجَّ الْبَیْتَ لَا اَدْرِیْ اَذَکَرَ الزَّکٰوۃَ اَمْ لَا اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّغْفِرَلَہٗ اِنْ هَاجَرَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ مَکَثَ بِاَرْضِهِ الَّتِیْ وُلِدَ بِهَا قَالَ مَعَاذٌ اَلَا اُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَرِ النَّاسَ یَعْمَلُوْنَ فَاِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِأَئَةَ دَرَجَةٍ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَی الْجَنَّةِ وَ اَوْسَطُهَا وَ فَوْقَ ذٰلِكَ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهَا تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ ۔ (رواہ الترمذی)

**ترجمہ:۔** معاذ بن جبلؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو رمضان کے روزے رکھے، نماز پڑھے، بیت اللہ کا حج کرے، مجھے یاد نہیں کہ آپؐ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا تھا یا نہیں۔ تو خدا پر حق ہوگا کہ وہ اس کو بخش دے خواہ اس نے خدا کے لئے ہجرت کی ہو یا اسی جگہ پر رہا ہو جہاں اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ معاذؓ نے عرض کیا کیا لوگوں کو بھی اس کی اطلاع نہ کروں فرمایا انہیں عمل کرنے دو کیونکہ جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین میں، اور فردوس، جنت کا سب سے اعلیٰ اور سب سے بہتر طبقہ ہے اس پر رحمٰن کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو۔

**تشریح:۔** بعض مصنفین نے یہ سمجھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر یہ خوشخبری سنانے کی ممانعت اس بناء پر فرمائی تھی کہ اسلام کے تازہ حلقہ بگوش صرف شہادتین پر فوز و فلاح کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں مگر سوال یہ ہے۔ کہ جب ایک بار نماز، روزہ کی فرضیت ان کے سامنے واضح کی جا چکی تھی تو پھر اس غلط فہمی کا موقعہ کیا تھا۔ کیا یہ حدیث نماز روزہ کی فرضیت کو منسوخ کر رہی تھی۔ حضرت استاد قدس سرہٗ نے ترمذی کی اس حدیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ صحابہ کے متعلق یہاں اس غلط فہمی کا کوئی احتمال نہ تھا چنانچہ معاذؓ جب اسی روایت کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تو اس میں شہادتین کے ساتھ بقیہ اور فرائضِ اسلام کا بھی ذکر کر دیتے ہیں ظاہر ہے کہ اس تفصیلی روایت میں آپ کی بشارت جملہ فرائض اسلام کی ادائیگی سے وابستہ ہے تو پھر ان کے ترک کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔ ترمذی کی اس روایت نے یہ بات بالکل صاف کر دی ہے کہ آپ کا روئے سخن ہرگز فرائض کی جانب نہیں بلکہ ان اعمال کی جانب ہے جن سے نجات کے سوا جنت کے مراتب کا تعلق ہے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ جنت کے سو درجہ ہیں، نجات تو ہر درجہ میں حاصل ہے مگر آپؐ کی تمنا یہ ہے کہ امت نجات کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب حاصل کرے۔ ابتداء میں عباد نفع و ضرر کی وجہ سے ہوتی ہے اسلئے نجات کی بشارت سن کر شب و روز کی اعلیٰ جد و جہد میں سستی پیدا ہو سکتی ہے لیکن جب نفع و نقصان کا سوال پیش نظر نہیں رہتا اور قرب و رضا کا بلند مقصد سامنے آ جاتا ہے تو پھر انسان اتنا حریص بن جاتا ہے کہ نجات جیسی اہم کامیابی پر بھی قناعت نہیں کرتا۔ اور قرب کی اعلیٰ سے اعلیٰ منزل طے کرنے کے بعد تشنہ اور پیاسا ہی رہتا ہے۔ جس کے سامنے مقصد یہ ہے اس کے لئے تو نجات کی بشارت سے کیا خطرہ۔ لیکن جو ابھی تک صرف نجات کو آخری منزل سمجھ رہا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ فرائض کی ادائیگی پر نجات کی بشارت سن کر یہیں تھک کر بیٹھ رہے اور نوافل کی سرگرمی چھوڑ دے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ یہ شخص بھی سرگرم عمل رہے۔ تاکہ آپؐ کی امت کا مبتدی اور منتہی سب نجات کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب میں کامیاب رہیں۔ اس حدیث کو بغور پڑھئے تو بے تکلف یہی مضمون آپ کے ذہن میں آ جائیگا۔

حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جنت کی چھت کیا ہے اس کے سب سے اونچے درجہ کا نام کیا ہے اور جنت کی نہروں کا اصل منبع کہاں ہے۔

---

عالمِ غیب کی کچھ باتیں ہمیں بتلا دی گئی ہیں۔ تاکہ ایمان لانے کے لئے انکا تھوڑا سا تصور بھی ہو جائے۔ ورنہ جو عالم کہ مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے اس کی تفصیل میں جانا بلاوجہ دماغ کے لئے ایک پریشانی کا موجب ہے۔ انگلستان کی پوری حقیقت انگلستان دیکھنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے چمن، روشیں اور سڑکوں کا جدید ڈیزائن تفصیلی طور پر بیان کیا جائے تو جو اس طور و انداز سے بالکل ناآشنا ہیں ان کے لئے بلاوجہ ایک ناقابلِ برداشت بار ہوگا۔ وہ اپنے ملک کے انداز کے مطابق اس کو سمجھنے کی کوشش کریں گے اور جب اس سے ہٹ کر انہیں سمجھانے کی کوشش کی جائے گی تو ان کا دماغ الجھے گا۔ شریعت اس بے معنی الجھاؤ میں دماغوں کو مبتلا کرنا چاہتی نہیں جو چیز کل مشاہدہ کے بعد بہت آسانی سے بغیر الجھاؤ نظر آ جانیوالی ہے اس کو قبل از وقت کیوں زیر بحث لایا جائے۔ آج عمل کی تفصیل درکار ہے۔ اور کل جزاء کی تفصیل خود بخود سامنے آ جانیوالی ہے حکیم وہی ہے جو تفصیل کے موقعہ پر تفصیل اور اجمال کے محل میں اجمال کی رعایت کرے۔ جدید دماغوں کا قبل از وقت آخرت کے تفصیلی نقشوں کا ہم سے مطالبہ کرنا ناانصافی اور جلد بازی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

# خدام الدین

لاہور

فون نمبر ——— ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۲ رجب ۱۳۸۲ھ | شمارہ ۳۰

بمطابق ۳۰ نومبر ۱۹۶۲ء

پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ ——— ۱۱ روپے

ششماہی ——— ۶ روپے

سہ ماہی ——— ۳ روپے

فی پرچہ ——— ۲۵ پیسے

• سعودی عرب • کویت • ایران
• افریقہ • ملایا
• ہانگ کانگ • انگلینڈ

کیلئے

سالانہ چندہ

عام ڈاک سے

— ۱۸٫۸۷ روپے —

ہوائی ڈاک سے

— ۵۴٫۰۰ روپے —

امریکہ

عام ڈاک سے

— ۴۲ روپے —

ہوائی ڈاک سے

— ۸۲٫۸۰ روپے —

نوٹ

اشتہارات کی ذمہ داری مشتہرین پر ہوگی


## وقت کا مطالبہ

چین اور بھارت کے سرحدی جھگڑے کے سلسلہ میں مغربی طاقتوں نے جو افسوس ناک پالیسی اختیار کی ہے وہ حق و انصاف کے تقاضوں ہی کے منافی نہیں بلکہ پاکستان کے لئے مہلک ترین اثرات کی حامل اور ہمارے ارباب اقتدار کے لئے عبرت و بصیرت کا منہ بولتا مرقع ہے۔

ہم روزِ اوّل سے یہ رائے رکھتے ہیں اور اپنی حکومتوں کو مسلسل یہی مشورہ دیتے چلے آتے ہیں کہ مغربی ممالک پر قطعی اعتماد نہ کیا جائے، جن قوموں کا خمیر حق و صداقت کی مخالفت سے اٹھایا گیا ہو، جن کا ہیولیٰ وعدہ خلافی کی مٹی سے تیار ہوا ہو اور جن اقوام کے ہاتھ انبیائے جلیل القدر کے خون سے رنگین ہوں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے وفا کریں۔ واقعات شاہد ہیں اور تاریخ عالم پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے اور سب سے بڑھ کر کلام الٰہی شہادت دے رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے بد عہدیوں کی ایسی ایسی روایات قائم کی ہیں کہ ان کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ ہم قرآن و سنت کی واضح روشنی میں یہ مشورہ دیتے تھے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن و سنت کے نور سے دیکھنے والی آنکھیں کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتیں۔

آج جب مغربی ممالک نے اپنے اسلاف کی سنتِ قدیمہ تازہ کی ہے تو امریکہ و برطانیہ کا نام لے کر جینے والے، انہیں ملجا و ماوا سمجھنے والے اور پناہ گاہ خیال کرنے والے بھی سیخ پا ہو کر نہ صرف یہ کہ ہمارے خدشات کو صحیح قرار دے رہے ہیں بلکہ زبانِ حال سے قرآنی صداقتوں کا واضح اعتراف بھی کر رہے ہیں۔ قرآن واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی تاریخ غداری، عہد شکنی، نافرمانی اور سرکشی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ چنانچہ اگر آج امریکہ نے بدعہدی کی ہے تو یہ نئی بات نہیں اور نہ ہمارے لئے اس میں کوئی وجہ حیرانی ہے کیونکہ ہمیں علم ہے کہ دوستی کے آئین اور پیمانِ وفا کے بندھنوں سے کچھ وہی قومیں واقف ہوتی ہیں جن کا ماضی شاندار ہو۔ جن کے جیب و دامن میں اخلاق و شرافت اور شجاعت و صداقت کی دولت موجود ہو اور جنہوں نے عیاری و مکاری سے نہیں بلکہ اخلاقی برتری سے دنیا کے دلوں پر حکومت کی ہو۔ اور اس حیثیت سے صرف مسلمان ہی وہ قوم ہے جس کا کوئی سہیم و ہمسر کائنات ارضی پر موجود نہیں۔ چنانچہ ترکی حکومت کا تمام غیر ملکی اثرات سے بے نیاز ہو کر بھارت کو اسلحہ دینے سے انکار ہمارے دعوے پر شاہد عدل ہے۔

بہرحال موجودہ حالات میں ہماری حکومت کا فرض ہے کہ وہ مغربی ممالک کی عہد شکنیوں، بدمعاملگیوں، وعدہ خلافیوں اور خفیہ معاہدے کی آڑ میں کھیلے گئے گیارہ سالہ بدترین تاریخی فراڈ کی داستانِ طویل کو سامنے رکھ کر ملک کے لئے آزاد، ٹھوس اور غیر جانبدارانہ پالیسی از سر نو مرتب کرے کیونکہ موجودہ خارجہ پالیسی بُری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ اور اس نے ہمارے مغربی حلیفوں کو اب تک صرف یہی باور کرایا ہے کہ پاکستان اپنے مسائل کی وجہ سے ساری عمر ان کے گھڑے کی مچھلی بنا رہے گا۔ اور وہ جہاں چاہیں گے اسے الجھائے رہیں گے۔

چنانچہ اس وقت جبکہ چینی حکومت کے تازہ رویہ اور عدم جارحیت کے معاہدہ کی پیش کش نے نئی پالیسی مرتب کرنے کے لئے مناسب اور سازگار فضا بھی پیدا کر دی ہے۔ ہمیں اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور مغربی ممالک کے کسی نئے جھانسے میں آ کر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ وقت آگیا ہے کہ پاکستان عملی صورت میں صاف صاف اور واشگاف اعلان کرے کہ خارجی معاملات میں وہ کسی کا حاشیہ بردار اور دبیل نہیں اور نہ اپنے استحکام اور سالمیت کے مسائل میں وہ کسی بیرونی طاقت کا دخل کسی طرح گوارا کر سکتا ہے۔

# مجلس ذکر

مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات مطابق ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی

## موت اور فکر آخرت

مرتبہ —— مناظر حسین نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد

عن ابی ھریرۃ قال ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا ولضحکتم قلیلا ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر (اللہ کے قہر و جلال اور قیامت و آخرت کے لرزہ خیز احوال و کیفیات کے متعلق) تمہیں وہ سب معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو تمہارا ہنسنا بہت کم ہو جائے اور رونا بڑھ جائے۔

بزرگان محترم!

حدیث مذکورۃ الصدر میں دنیا کی بے ثباتی اور موت کو ہر لحظہ پیش نظر رکھنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ انسانوں کو یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر موت کے بعد پیش آنے والے حالات اور واقعات کا علم انہیں ہو جائے تو ان کی راتوں کی نیندیں اور دن کے سکھ حرام ہو جائیں۔ زندگی میں خوشیوں اور مسرتوں کی جگہ حزن و ملال کا دور دورہ ہو۔ مسکراہٹیں اور قہقہے آہ و بکا میں تبدیل ہو جائیں اور آرام و راحت کی جگہ فکر آخرت کی تڑپ دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔

کون نہیں جانتا کہ دنیا اور دنیا کی ہر شے فانی ہے۔ انسان کا قیام اس میں صرف چند روزہ اور عارضی ہے۔ آدمی کا خمیر مٹی سے اٹھایا گیا اور مٹی ہی میں آخر کار اسے دفن ہونا ہے۔ یوم حساب کی دشوار گذار گھاٹی سے اسے گزرنا ہے اور جزا و سزا کا مرحلہ بھی بہرحال پیش آکر رہے گا۔ لیکن پھر انسان نہ جانے کیوں خواب خرگوش میں مست اور فکر آخرت سے بیگانہ ہے۔ اور حیرت تو یہ ہے کہ خدا و آخرت سے بے تعلقی و بے فکری کا یہ حال صرف عام لوگوں ہی کا نہیں بلکہ جو لوگ اپنے آپ کو دیندار سمجھتے اور بظاہر سمجھے جاتے ہیں ان کا حال بھی اس معاملہ میں کچھ بہتر نہیں۔ وہ بھی زندگی کی ہمہ ہمی میں مست اور موت سے یکسر غافل ہیں۔ حالانکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی اس بارے میں پوری طرح واضح ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "اے اللہ کے پیغمبر بتلایئے کہ آدمیوں میں کون زیادہ عقلمند اور دور اندیش ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا، "وہ جو موت کو زیادہ یاد کرتا اور موت کے لئے زیادہ سے زیادہ تیاری کرتا ہے۔ جو لوگ ایسے ہیں وہی دانشمند اور ہوشیار ہیں۔ انہوں نے دنیا کی عزت بھی حاصل کی اور آخرت کا اعزاز بھی۔"

محترم حضرات! مومن کی زندگی کی خاص شان یہ ہے کہ وہ اس دنیا سے بس مسافر اور سرائے کا سا تعلق رکھے۔ باقی فکر و عمل اور جدوجہد کا اصل تعلق خدا و آخرت سے قائم رکھے۔ ظاہر ہے کہ کوئی عقلمند شخص اپنی کمائی سرائے کی تزئین پر صرف نہیں کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سرائے میں قیام کی مدت چند روزہ ہے۔ اس کا جی گھر کی طرف لوٹنے کو چاہے گا اور وہ ساری کمائی گھر کی آرائش و تزئین پر خرچ کرنے میں خوشی محسوس کرے گا چونکہ اسے وہاں رہنا ہے۔ یہی حال مقبولان بارگاہ الٰہی اور عقلاء کا ہے کہ وہ دنیا سے کبھی دل نہیں لگاتے۔ وہ فانی سے رشتہ نہیں جوڑتے بلکہ لافانی کی محبت میں فنا ہو کر جاودانی زندگی کی نعمتوں سے متمتع ہوتے ہیں۔

حدیث میں جو فرمایا گیا کہ دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے تو اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ جس طرح جیل خانہ میں خواہ کیسا ہی عیش کسی شخص کو میسر آجائے اس کا جی کبھی نہیں لگتا تو مسلمان کی شان بھی یہ ہے کہ دنیا میں اس کا جی نہ لگے۔ اگرچہ بظاہر اس میں عیش و آرام کی دنیا آباد ہو۔ یاد رکھئے! جی لگنے کی اصل جگہ گھر ہے اور دنیا گھر نہیں۔ پھر جب جی نہ لگے گا تو حرص و ہوس کیونکر دل میں راہ پا سکے گی اور کیوں دنیا کی امنگیں اور ولولے طبیعت میں پیدا ہوں گے۔ اب اس کی فکر کا دھارا بدل جائے گا۔ اور وہ یوں سوچے گا کہ دنیا تو پردیس ہے۔ منزل تو دراصل منزل آخرت ہے۔ سامان اس کے لئے فراہم کرنا چاہیئے۔ زادِ راہ اسی کے لئے اکٹھا کرنا چاہیئے اور اثاثہ بھی اسی کے لئے جوڑنا چاہیئے۔

برادران گرامی قدر! آؤ اب ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور دماغوں کی تلاشی لیں کہ دنیا میں قیام کی بابت ہم لوگ کیا کیا خیالات پکاتے ہیں۔ ہمارا زاویۂ فکر کیا ہے؟ اور کس ڈگر پر ہم چل رہے ہیں؟

ان سوالات کے جواب میں مجھے اس حقیقت کے اظہار میں کوئی باک نہیں کہ دنیادار تو الگ رہے ۹۹ فیصد دیندار حضرات بھی دنیا میں اس حد تک محو ہو چکے ہیں کہ فکر آخرت کا خیال ہی انہیں نہیں رہا۔ رہے دوسرے لوگ تو ان کے اعمال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاید ان کے دلوں سے موت کا یقین ہی اٹھ گیا ہے کہ یہ وارد بھی ہوگی یا نہیں۔ ان کے نزدیک موت بے معنی سی شے ہو کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ اسے کوئی شخص بھی جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا اور یہ سب سے اپنا آپ منوا کر رہتی ہے۔

آپ روزمرہ کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو صاف نظر آئے گا کہ ایسے سینکڑوں دریچے کھلے ہوئے ہیں جن سے موت جھانک رہی ہے۔ ان دریچوں کے کواڑوں کی آوازیں موت کی دھمکیاں ہیں جو مختلف بیماریوں، حادثوں اور آفتوں کی شکل میں سامنے آتی رہتی ہیں لیکن افسوس حرص و آز اور دنیا طلبی کی چربی آنکھوں اور کانوں پر اس طرح چڑھ گئی ہے کہ نہ کان ان کواڑوں کی آوازیں سن سکتے ہیں اور نہ آنکھیں ان دریچوں سے جھانکنے والی صورتوں کو دیکھ سکتی ہیں۔

طبی کتابوں کا مطالعہ کیجئے تو ان میں امراض کی تفصیل ریت کے ذروں کی طرح پھیلی ہوئی دکھائی دے گی، جن میں آدمی گرفتار ہوتا رہتا ہے۔ گویا انسانی ڈھانچے میں ہزاروں سوراخ ہیں جن کی راہ سے موت اس کے اندر داخل ہو سکتی ہے۔ (باقی صفحہ ۶ پر)

خطبۂ یوم الجمعۃ ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۱ھ

# رشوت اور اسلام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔

ترجمہ:۔ اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

آیت مذکورہ بالا کے ضمن میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"مال حلال کا کھانا تو صرف روزے کی حالت میں منع ہے اور مال حرام سے روزہ مدت العمر کے لئے ہے (یعنی تمام عمر مال حرام سے پرہیز اور بچنا لازم اور ضروری ہے) اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغا بازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا بیوع ناجائز یا سود وغیرہ ان ذریعوں سے مال کمانا بالکل حرام اور ناجائز ہے۔"

پھر لکھتے ہیں :۔

نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو ظالم حاکموں کو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھا لو یا جھوٹی گواہی دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعویٰ کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق ہونے کا علم بھی ہو۔"

## حاصل

(۱) آپس میں ایک دوسرے کا مال کسی بھی ناجائز طریقے سے اپنے تصرف نہ لاؤ۔

(۲) جھوٹے دعووں، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیوں، جھوٹے حلف ناموں، اہل کاروں اور عہدہ داروں کی رشوتوں سے ہر حال میں بچو۔

(۳) حاکموں کو اپنا طرفدار بنانے کے لئے مال کو ذریعہ نہ بناؤ اور نہ تحفے تحائف دے کر حکام پر اپنا اثر ڈالو۔

محترم حضرات!

آپ اس چھوٹی سی آیت میں سمٹے ہوئے حقائق و معارف اور قانونی نکات کا ادراک کرنے کی کوشش کریں تو صاف پتہ چلے گا کہ کتنے ہی مفاسد نظام معاشرت اور معاملات کی کیسی کیسی خرابیاں اور انتظامیہ کی کس قدر بدعنوانیاں ہیں جو صرف اس ایک آیت پر عمل کرنے سے آن واحد میں دور ہو سکتی ہیں۔

یہ آیت واشگاف الفاظ میں اعلان کر رہی ہے کہ امت کے افراد کے نفس پاکیزہ ہونے چاہئیں۔ عبادات و فرائض کی پابندی مسلمانوں پر عائد ہی اس لئے کی گئی ہے کہ انفرادی طور پر بھی ان کا تزکیہ نفس ہو جائے اور اجتماعی طور پر بھی وہ پاکیزہ ترین اور بے نظیر امت کہلائے جانے کے مستحق ٹھہریں روزہ کی فرضیت کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے پہلے اپنے اندر حلال چیزوں کو چھوڑنے کی عادت اس لئے پیدا کریں کہ آئندہ ناجائز طریق سے حاصل کیا ہوا مال ان کے لئے چھوڑنا مشکل نہ رہے۔ مال حرام سے بچنا آسان ہو جائے اور وہ اس سے قطعی پرہیز کریں۔ غرض نچوڑ اس کا یہ ہے کہ نیکی صرف یہ نہیں کہ رمضان کے دنوں میں پاک اور جائز چیزوں کو ترک کر دیا جائے بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے ناجائز مال کھانا اور حاصل کرنا چھوڑ دیا جائے۔

بزرگانِ محترم!

کون نہیں جانتا کہ مل جل کر رہنے سے تبادلۂ اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے صاف اور برملا طور پر فرما دیا گیا کہ باہمی لین دین میں کسی کا مال ظلم کر کے کھانے کی کوشش ہرگز نہ ہونی چاہئے۔ لوٹ مار کرنا، قمار بازی میں الجھنا، دھوکے، فریب، چال بازی اور دیگر باطل طریق سے مال حاصل کرنا ایک دم ترک کر دینا چاہئے۔ ایسے ہی گانے بجانے کی اجرت، شراب کا کاروبار (بنانا، خرید و فروخت وغیرہ) رشوت لینا، رشوت دینا، جھوٹی گواہی دینا، امانت میں خیانت کرنا اور کمزور و بے بس کا مال ناحق کھانا سب باطل طریقے ہیں جو چھوڑنے چاہئیں۔ پھر قرآن کریم نے اس کا فیصلہ زیادہ تر لوگوں کے اپنے ضمیر پر چھوڑ دیا ہے۔ تاکہ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کرے، اپنا چال چلن اور برتاؤ درست کرے، اعمال کے حساب کا ڈر اپنے اندر رکھے۔ ہر معاملہ دیانتداری اور امانت کے ساتھ کرے اور ہر حال میں خدائے علیم و بصیر کے سامنے اپنے آپ کو جوابدہ سمجھے۔ دوسروں سے دھوکہ ہو سکتا ہے لیکن قادر مطلق خدا اور دلوں کے بھید جاننے والے آقا و مولا کو کون فریب دے سکتا ہے؟

محترم حضرات!

صاف ظاہر ہے کہ مذکورہ آیت میں قرآن عزیز نے سوسائٹی میں عدل و انصاف قائم رکھنے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی خاطر نہ صرف یہ کہ رشوت کا قلع قمع کر دیا بلکہ ایسی احتیاطی تدابیر بھی اختیار کیں کہ اس کی طرف رہنمائی کرنے والے تمام راستے ہی مسدود کر کے رکھ دیئے۔ چنانچہ پہلے اس بات پر زور دیا کہ نذرانے، ڈالیاں، دعوتیں اور رشوت کے دوسرے ذرائع جن سے حاکموں پر اثر ڈالنا مقصود ہو ناجائز ہیں کیونکہ ان کی موجودگی میں حاکم غیر جانبدار نہیں رہ سکتے۔ جانبداری ان میں راہ پا جاتی ہے۔ انصاف کی ترازو سیدھی نہیں رہتی۔ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ عدل اور حق پرستی کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ ظلم اور حق تلفی عام ہو جاتی ہے، جھوٹے دعوے، جعلی کاغذات، جھوٹی گواہیاں، جھوٹے حلف نامے اور حق بات سے کنی کترانا عام ہو جاتا ہے۔ اس طرح بدعنوانیاں بڑھتی ہیں۔ قتل و خون کا بازار گرم ہوتا ہے، چوری چکاری اور ڈکیتی کی وارداتیں ترقی پذیر ہوتی ہیں۔ عوام کے حقوق غصب ہوتے ہیں اور معاشرے میں مختلف قسم کے مفاسد جڑ پکڑتے ہیں

ان سے بچنے کے لیے اسلام نے یہ قانون بنا دیا کہ کوئی فرد اپنے مال سے حاکم کو ورغلانے کی کوشش نہ کرے۔

دوسری اہم بات یہ تلقین کی کہ ہر معاملے میں اور لین دین میں خود انسان کا ضمیر اسے نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور برائی پر ملامت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی بہتر سے بہتر عدالت کے فیصلے بہرحال مقدمہ کی صورت حال اور گواہوں کی شہادت کے مطابق ہوں گے۔ اور ان میں غلطی ممکن ہے کیونکہ کوئی عادل عالم الغیب نہیں۔ لہٰذا کسی حاکم کے فیصلے کے باوجود اصل مجرم ان کی نگاہ میں مجرم سے اور گناہ گار اپنے گناہ کی سزا سے بچ سکتا ہے لیکن انسان کا اپنا ضمیر اُسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ اور یہ حقیقت اپنی جگہ قائم رہے گی کہ جو حق ہے وہ عنداللہ حق ہی رہے گا۔ اور جو ناحق ہے وہ اللہ کے ہاں ناحق ہی شمار ہوگا۔ اگرچہ حکام کا فیصلہ اس کے خلاف ہی ہو۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ جو لوگ اپنی چرب زبانی سے، سخن سازی سے، اپنے اثر و پیروی سے جھوٹے مقدمات جیت جائیں انہیں اور زیادہ ڈرنا چاہیئے کہ اُن پر علاوہ دوسرے جرائم اور فریق ثانی کی حق تلفی کے ایک مزید جرم حاکم عدالت کو فریب دینے کا بھی عائد ہوتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا "میرے پاس مقدمہ آتا ہے۔ مدعی چرب زبانی سے دعویٰ ثابت کر دیتا ہے حالانکہ حق دوسری جانب ہوتا ہے۔ میں اس بیان کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں لیکن وہ سمجھ لے کہ ایک مسلمان کا مال ناجائز طریق سے لینا آگ کو لینا ہے۔" اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

برادران اسلام!

قانون خداوندی کی ان شقوں کو سامنے رکھیے اور اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائیے کہ قانون اسلامی کے عدم نفاذ کے باعث اور تعلیمات اسلامیہ سے جہالت کے سبب سے کس قدر گمراہیاں اور بدعنوانیاں ملک میں راہ پا گئی ہیں صرف رشوت ہی جو کہ بہت سی برائیوں کی جڑ ہے ملک میں اس قدر عام ہے اور اس کی وہ گرم بازاری ہے کہ العیاذ باللہ۔ انصاف کا قانون قطعی بے جان نظر آتا ہے اور ہر طرف دام بنائے کام کی مثل زبان حال سے اپنی صداقت کا اعلان کرتی دکھائی دیتی ہے۔ ہر کام رشوت سے نکلتا ہے، جو مسکین رشوت نہیں دے سکتے وہ انصاف کے دروازے سے اپنا حق نہیں مانگ سکتے۔ مہینوں تک حکومت کے دفاتر کا طواف کرنے کے بعد بھی ان کی کوئی نہیں سنتا اور وہ بے یار و مددگار مختلف دروازوں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ ہر کس و ناکس اس بات کی شہادت دے گا اور ہر بے کس شہری کی زبان سے یہ الفاظ آپ سن سکتے ہیں کہ مجرم قانون کی گرفت سے دو صورتوں میں مکمل رہائی پا سکتا ہے یا وہ رشوت دے یا کسی صاحب اقتدار کی سفارش سے اپنی جاں بخشی کرالے۔

محترم حضرات!

جب یہ حال ہو تو پھر کیونکر مان لیا جائے کہ ملک میں بڑھتے ہوئے جرائم کا سدباب کیا جا سکے گا۔

جرائم و مفاسد کے روکنے کا صرف اور واحد حل یہ ہے کہ ملک میں تعلیمات اسلامیہ کو عام کیا جائے۔ قانون اسلامی کا نفاذ عمل میں لایا جائے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کسی رُو رعایت سے کام نہ لیا جائے۔

میرا دعویٰ ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہونا تو خیر بڑی چیز ہے۔ قرآن کریم کی اسی آیت پر اگر آج عمل در آمد شروع ہو جائے تو جھوٹے دعوؤں، جعلی حلف ناموں، اہل کاروں اور عہدہ داروں کی رشوتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حکام کی خدمت میں نذرانوں، قیمتی ڈالیوں، شاندار دعوتوں اور ہر قسم کی معیتیں جو عدالتی کارروائیوں اور انتظامی معاملات کے سلسلے میں کام میں لائی جاتی ہیں۔ سب کا وجود سرے سے ختم ہو جائے۔ دھوکے، فریب، خیانت، ظلم، زیادتی، بے انصافی، رشوت وغیرہ کا نشان کہیں ڈھونڈے سے بھی نہ ملے۔

یقین جانیئے اس ایک آیت پر عمل پیرا ہونے سے میرا یقین ہے کہ مال پاک ہو جائیں گے اور اس کا مبارک اثر اخلاق، معاشرت، سیاست، عدالت، غرض زندگی کے ہر گوشے پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی تعلیمات اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

بقیہ

## مجلس ذکر

برادران عزیز! موجودہ زندگی کی اس قدر بے ثباتی تقاضا کرتی ہے کہ انسان اپنی موت کا نقشہ سامنے رکھے اور فکر آخرت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یاد اور فکر آخرت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

## پاک و ہند کے تمام اخبارات اور رسائل کے مینجر حضرات متوجہ ہوں

سلام مسنون کے بعد پاک و ہند کے تمام ماہانہ، ہفتہ وار، روزنامہ اخبارات و رسائل کے مینجر صاحبان سے التماس ہے کہ اگر ان کے اخبار وغیرہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کوئی خبر یا انتقال کے بعد تعزیتی نوٹ، ایڈیٹوریل یا مضامین ہوں تو وہ سب اخبارات و رسائل مندرجہ ذیل پتہ پر فوراً بھیج دیں۔ کیونکہ عنقریب ایک کتاب شائع کی جا رہی ہے جس میں، وہ سب کچھ شائع کیا جائے گا جو حضرت لاہوریؒ کے متعلق ہوگا۔

یہ یاد رہے کہ حضرت لاہوریؒ کا انتقال ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء بروز جمعہ ہوا تھا۔

امید ہے کہ آپ اس کار خیر میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں گے۔ فقط والسلام۔

پتہ

احمد عبدالرحمٰن مکتبہ تعلیم الاسلام کنٹونمنٹ ہسپتال روڈ

نوشہرہ چھاؤنی ضلع پشاور

# اچھی عبادت اور صحت کے اصول

اللہ دتہ فانی
درویش مدرس
کٹھالہ ورکاں
ضلع شیخوپورہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھوک اور پیاس سے جہاد کرو۔ اس کا ثواب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی مانند ہے اور کوئی کام بھوک پیاس سے زیادہ خدا کو پسند نہیں۔ اور فرمایا کہ جو پیٹ بھر کر کھاتا ہے اُسے ملکوت آسمان کی طرف راہ نہیں ملتی۔ پھر پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ جو شخص کم کھاتے اور تھوڑا ہنسے وہ شخص فاضل تر ہے۔ اور رسولِ خدا نے فرمایا کہ بھوک سب کاموں کی سردار ہے۔ اور فرمایا کہ پرانا کپڑا پہننا اور آدھا پیٹ کھانا نبوت کا ایک جزو ہے۔ تفکر نصف عبادت ہے لیکن تھوڑا کھانا پوری عبادت ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ وہ شخص افضل ہے جو بہت تفکر کرے۔ اور بہت بھوکا رہے اور وہ شخص خدا کا دشمن ہے، جو بہت کھائے اور زیادہ سوئے۔ جو شخص کم کھائے اس شخص کے سبب سے حق تعالیٰ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ میں نے تو اسے شہوت طعام میں مبتلا کیا۔ اس نے میرے لئے کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اب فرشتو! تم گواہ رہو۔ جتنے لقمے اس نے چھوڑے ہر لقمہ کے عوض ایک درجہ بہشت میں دوں گا۔

بہت کھانے پینے سے دل مردہ ہوتا ہے۔ جس کی مثال یہ ہے کہ دل کھیت کی مثل ہے۔ کہ کھیت کو ضرورت سے زیادہ پانی دیا جاتا ہے تو کھیت پژمردہ ہو جاتا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے آپ کو بھوکا رکھو تاکہ تمہارے دل حق تعالیٰ کو دیکھیں۔ اور فرمایا نبی اکرمؐ نے کہ مومن ایک انتڑی میں اور منافق سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔ منافق کی خوراک مسلمان کی نسبت سات گنا زیادہ ہے۔

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ مقبولؐ ہرگز سیر ہو کر کھانا تناول نہ فرمایا کرتے۔ بلکہ ایسا ہوتا تھا کہ بھوک کی وجہ سے مجھے آپ پر ترس آتا تھا۔ اور میں آپ کے شکم پر ہاتھ پھیرتی کہ میری جان آپ پر قربان آپ اس قدر تو کھا لیا کریں کہ پیٹ بھوکا نہ رہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ رضؓ انبیاء اولوالعزم جو میرے بھائی تھے اُن کو جو بزرگی ملی، میں ڈرتا ہوں کہ میں تن پروری کروں تو میرا درجہ اُن سے کہیں کم نہ ہو جائے۔

حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رات کے کھانے میں ایک نوالہ کم کھانا۔ اس بات سے زیادہ پسند رکھتا ہوں کہ تمام رات صبح تک نماز پڑھا کروں۔

حضرت محمد بن الواسع نے فرمایا: اس شخص کے لئے ٹھنڈک ہے جو صبح و شام بھوکا رہا اور خدا کی یاد میں مشغول رہا ؎

شکم از طعام خالی دار
تا در آں نورِ معرفت بینی

## بھوک کے فوائد اور کثرت خوری کے نقصان

بھوک دل کو صاف اور روشن کرتی ہے۔ اور سیری آدمی کو کند ذہن بناتی ہے۔ بھوک سے دل ایسا رقیق ہو جاتا ہے کہ ذکر اور مناجات میں مزہ آ جاتا ہے۔ کثرت خوری اور سخت دلی پیدا ہوتی ہے۔ مگر بھوک عاجزی اور تواضع پیدا کرتی ہے۔ عاجزی اور تواضع جنت کی ڈیوڑھی ہے۔ لیکن مغروری اور غفلت دوزخ کا دروازہ ہیں۔ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا بلکہ مجھے ایک دن بھوک اور دوسرے دن سیر رہنا پسند ہے اور میں جب بھوکا ہوتا ہوں، صبر کرتا ہوں اور جب پیٹ بھرتا ہوں تو شکر کرتا ہوں۔

آدمی اگر پیٹ بھرے گا تو اُسے دوسروں کا کوئی خیال نہ رہے گا۔ خلق خدا پر مہربانی نہ کرے گا، عذاب آخرت کو بھول جائے گا۔ جب بھوکا ہوگا تو دوزخیوں کی بھوک یاد کرے گا۔ اور جب پیاسا ہوگا تو قیامت کی پیاس یاد کرے گا۔ بھوک سے آدمی کی سرکشی زیردست ہو جاتی ہے اور بے باکی دور ہو جاتی ہے۔ بھوک شہوانی خواہشات کا سر کچل دیتی ہے اور کثرت خوری سے شہوت بڑھتی ہے۔

جو آدمی کم کھاتا ہے، وہ کم سوتا ہے مگر جو شخص پیٹ بھر کر سوتا ہے اُسے نیند بہت آتی ہے، عمر ضائع ہوتی ہے۔ زیادہ کھانے والے کو احتلام بھی ہوتا ہے اور عبادت یعنی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ رات کو احتلام سے غسل نہ کر سکے گا، ناپاک رہے گا اور عبادت سے محروم رہ جائے گا۔ حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں کہ احتلام عقوبت ہے اور عقوبت زیادہ کھانے سے پڑتی ہے۔

الراقم الحروف نے حافظ حمید اللہ صاحب کو رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک دن فرماتے سُنا کہ حضرتؒ روزہ کھولنے کے بعد کچھ نہیں کھاتے بلکہ تراویح کے بعد کھاتے ہیں۔ اسی طرح مجھے حضرت کے ساتھ ایک سفر میں منچن آباد جانا پڑا۔ معتقدین کھانا لائے۔ میں اور حضرتؒ ایک ہی جگہ کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت سے کچھ کھانا بچ گیا جو تین لقمے سے زیادہ نہ تھا۔ وہ حضرتؒ کے حکم سے میں نے کھا لیا۔ تہجد کے وقت میں اٹھا اور دیکھا کہ حضرت اقدس تسبیح و تہلیل میں مشغول تھے اور دوسرے لوگ زیادہ کھانے کی وجہ سے خراٹے بھر رہے تھے۔

حضرت سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اس میں چھ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک تو عبادت کی حلاوت نہیں پاتا اور حکمت وغیرہ یاد رکھنے میں اس کی یادداشت ماند پڑ جاتی ہے۔ اور خلق پر شفقت کرنے سے محروم رہتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ تمام جہان سیر ہے اور عبادت کرنا اس پر گراں ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص کم کھاتا ہے وہ تندرست رہتا ہے۔ بیماری کی تکلیف اور دوا کے خرچ، طبیب کی ناز برداری، کڑوی دواؤں کے کھانے سے بچا رہتا ہے۔ حکیموں اور طبیبوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کم کھانے کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بالکل نفع ہی نفع ہو۔ حدیث میں ہے کہ روزہ رکھو تاکہ تندرست رہو۔ پس بھوک تندرستی کا ذریعہ بھی ہے۔

نیز جو کم کھاتا ہے اس کا خرچ بھی کم ہوتا ہے۔ اور زیادہ مال کی حاجت نہیں رہتی۔ نیز کم کرنے کے لئے یک دم کم نہ

کر دینا چاہیئے۔ بلکہ بتدریج کم کرنا چاہیئے۔ ایک دن میں ایک نوالہ کم کھائے۔ جب ایسا کرے گا تو کمی کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ بلکہ طبیعت اس کی عادی ہو جائے گی۔

بھوک کی علامت یہ ہے کہ کھانا بغیر سالن ہی کے کھایا جاتا ہے۔ تابعین میں بعض ایسے بزرگ تھے جنہوں نے چالیس چالیس دن تک کچھ نہ کھایا، امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ چھ چھ دن تک کچھ نہ کھاتے تھے (بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص چالیس دن تک کچھ نہ کھائے عالم ملکوت سے اس پر کچھ نہ کچھ ظاہر ضرور ہوگا۔)

ایک صوفی نے ایک راہب سے مناظرہ کیا کہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لاتا۔ راہب نے کہا کہ عیسیٰؑ نے چالیس دن تک کچھ نہ کھایا تھا۔ یہ امر سچے نبی کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ تمہارے پیغمبر نے یہ نہیں کیا۔ صوفی نے کہا کہ میں اپنے رسول کی امت سے ہوں۔ اگر میں چالیس دن تک کچھ نہ کھاؤں تو کیا تو ایمان لائے گا۔ اس نے کہا ہاں لاؤں گا تو صوفی نے چالیس کی بجائے ساٹھ دن کچھ نہ کھایا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر صبح کو کھاتے تو شام کو کچھ نہ کھاتے۔ اسی طرح اگر شام کو کچھ کھاتے تو صبح کو کچھ نہ کھاتے۔ اگر کوئی کم کھائے گا تو اپنے رب سے زیادہ التفات کرے گا۔ اور دل صاف رہے گا۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو بھوسی نہ نکال کر گیہوں کھائے مگر ایسا کرنا حرام نہیں۔ بے شک کبھی کبھار بھوسی نکال لے۔ اگر ہمیشہ بھوسی نکال کر کھانے کا عادی ہو جائے گا تو نفیس نفیس کھانے کو دل چاہے گا۔ رسول خدا نے فرمایا میری امت میں بدتر وہ شخص ہے جو اچھا کھانا کھا کر اپنے آپ کو موٹا کرے۔ اور اچھا لباس پہننے کے اہتمام میں مصروف رہے۔

حضرت عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ علیہ خمیر کو دھوپ میں خشک کر کے کھایا کرتے تھے۔ اسے پکانے نہ دیا کرتے تھے تاکہ مزے دار نہ بنے اور دھوپ سے پانی بھی نہ اٹھاتے۔ ٹھنڈا کی بجائے گرم پیتے مگر یہ سب تقویٰ کی علامتیں ہیں۔

احمد ابن الحواری حضرت ابوسلیمان درانی قدس سرہما کے مرید کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان درانی نے نمک کے ساتھ گرم روٹی کھانے کی خواہش کی۔ میں لے آیا انہوں نے نوالہ اٹھا کر رکھ دیا۔ اور روتے اور کہا کہ باری تعالیٰ تو میری خواہش کی چیز میرے سامنے لایا۔ یہ میری عقوبت ہے میں نے توبہ کی تو میرا گناہ بخش دے۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن برائے خوردن است

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایرانی حکیم آیا اور مدینہ منورہ میں خدمت کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی مگر چھ ماہ تک کوئی بیمار مسلمان حکیم کے پاس نہ آیا، وہ آنحضرت کی خدمت میں شکایت لایا اور واپسی کی اجازت چاہی۔ حضور نے واپسی کی وجہ پوچھی تو عرض کی کہ بھوکوں مر رہا ہوں۔ آج تک کوئی بھی مریض میرے پاس نہیں آیا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا۔ میرے صحابہ جب سخت بھوک لگتی ہے۔ تو کھاتے ہیں۔ اور ابھی کچھ بھوک باقی ہوتی ہے۔ تو کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ حکیم بے ساختہ پکار اُٹھا۔ حضور قربان جاؤں اسلام واقعی دینِ فطرت ہے۔ اور اس نسخے کے استعمال سے کوئی بھی بیمار نہیں ہو سکتا بلکہ تندرست ہی رہے گا۔

---

# نقد و نظر

نام کتاب: انجیل برنباس ضخامت: ۳۶۹ صفحات۔ طباعت و کتابت: خاصی قیمت: غیر مجلد ۵ روپے مجلد ۶ روپے۔ ناشر اور ملنے کا پتہ: مالک کشمیر بک ڈپو پبلشرز اینڈ سنز کچہری روڈ اوکاڑہ منٹگمری۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری۔ خطیب جامعہ پسرور ضلع سیالکوٹ۔

برنباس حضرت مسیح علیہ السلام کے مقدس حواریوں میں سے ایک تھا۔ تمام عیسائی تذکرہ نگاروں نے برنباس کی شخصیت کو خصوصی خراج تحسین ادا کیا ہے اور ان کی مقدس کتابیں بھی برنباس کی توصیف میں رطب اللسان نظر آتی ہیں۔ (ارباب علم وفہم اور اصحاب فکر و نظر سے یہ بات قطعی پوشیدہ نہیں کہ انجیل کی موجودہ تمام صورتیں مسخ شدہ اور تحریف و تنسیخ کا شکار ہو چکی ہیں۔ اور اب عیسائی ہر اُس کتاب کو انجیل کہنے لگے ہیں جس میں مسیح علیہ السلام کی سوانح عمری مذکور ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تمام محققینِ امت نے دلائل و براہین کی روشنی میں چاروں انجیلوں (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) کو غیر الہامی قرار دیا ہے اور یہ کسی طرح بھی اہلِ اسلام کے متعلق اکثر محققین کی رائے ہے کہ اس کی انجیل ہی وہ انجیل ہے جس میں اصلیت موجود ہے۔ اور جس کے مضامین قرآن کریم سے بہت حد تک مطابقت رکھتے ہیں۔ پھر اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور ان کے عز و شان کے متعلق بیشتر باتیں موجود ہیں جنہیں پڑھ کر اس کی صداقت پر یقین ہوتا ہے۔ اور عیسائی محرفینِ کتاب کی حقیقت کھل کر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ غرض اناجیل اربعہ کے برعکس کہ ان میں خطرناک تحریف ہے اور تحریف ہوتی رہتی ہے۔ یہی ایک انجیل ہے جو اعتماد کے لائق اور تحریف سے محفوظ ہے

انجیل برنباس کا اطالوی زبان میں ترجمہ شدہ ایک نسخہ سب سے پہلے ایک جرمن عالم کے ہاتھ لگا تھا جس نے اُسے ایک فاضل اور علم دوست شہزادے کی نذر کیا۔ آج کل یہ نسخہ سلطنت آسٹریا کے پایہ تخت شہر وائنا کے شاہی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

موجودہ حالات میں جب کہ عیسائی مشنری مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی انتہائی کوششوں میں مصروف ہیں اور انہوں نے جگہ جگہ بھولے بھالے مسلمانوں کو پھانسنے کے لئے دام تزویر پھیلا رکھے ہیں۔ نہایت ضروری ہے کہ مسلمان انجیل برنباس کا مطالعہ کر کے عیسائیت کی حقیقت، اسلام کی حقانیت اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ و ارفع شخصیت جس کا اعتراف خود انجیل کر رہی ہے اس سے واقف ہوں۔ چنانچہ اسی چیز کو پیش نظر رکھ کر جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ کے ایماء سے مالک کشمیر بک ڈپو پبلشرز اینڈ سنز کچہری بازار اوکاڑہ ضلع منٹگمری نے انجیل برنباس کی اشاعت ضروری سمجھی۔ انجیل برنباس کا اردو ترجمہ سب سے پہلے مولوی محمد انشاء اللہ مالک و اڈیٹر اخبار وطن کے اہتمام سے (باقی صـ۱۸ پر)

# عقائد اسلامی مرتبہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

## بروئے قرآن

(مرسلہ)
ایم عبد الرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

### تعارف

حضرت عارف باللہ شاہ ولی اللہ صاحب (پسر شاہ عبد الرحیم) محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں ایک نامور اور مشہور بزرگ گذرے ہیں یہی وہ بزرگ ہیں جن کے علوم کا سمندر بڑے زور شور سے ہر طرف ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور حدیث و تفسیر کا چمکدار اور صاف و شفاف چشمہ تشنگان علوم کو سیراب کر رہا ہے اور جنہوں نے اپنی شادابی سے ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے آپ ہی نے قرآن پاک کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا جس کا نام فتح الرحمٰن رکھا۔ آپ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو علم و فضل کے لحاظ سے ہندوستان بھر میں بے نظیر تھا۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے:-

(۱) شاہ عبد العزیزؒ
(۲) شاہ رفیع الدینؒ
(۳) شاہ عبد القادرؒ
(۴) شاہ عبد الغنیؒ

شاہ رفیع الدین صاحب نے قرآن کا تحت اللفظی ترجمہ کیا ہے اور شاہ عبد القادر صاحب نے قرآن کا بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ جو کہ مقبول عام ہے اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے قرآن کے بعض سیپاروں کی تفسیر لکھی ہے جو کہ تفسیر عزیزی کے نام سے مشہور ہے۔

شاہ عبد الغنیؒ کے صاحبزادے شاہ محمد اسمٰعیل شہید تھے جنہوں نے انگریزوں اور سکھوں سے جہاد کر کے بالاکوٹ کے مقام پر شہادت حاصل کی۔

الغرض یہ وہ خاندان تھا جس نے احیائے سنت اور اصلاح امت کا بیڑہ اٹھایا اور اس پودے کا بیج شاہ ولی اللہؒ نے بویا تھا۔ شاہ عبد العزیزؒ، شاہ عبد القادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ نے اس کی خاصی آبیاری کی، لیکن شاہ اسمٰعیلؒ کی کوششوں سے یہ پودا ایک تناور درخت بن گیا۔ جد امجد کا شروع کیا ہوا کام ارجمند پوتے نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

### رسالہ العقیدۃ الحسنہ مرتبہ شاہ ولی اللہ کا اردو ترجمہ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

میں خدائے بزرگ، فرشتوں، جنوں اور انسانوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں تہ دل سے اس بات کا معتقد ہوں کہ اللہ تعالیٰ سارے عالم کا قدیم پیدا کرنے والا ہے جو ازل میں تھا اور ابد تک رہے گا۔ جس کا وجود ضروری ہے اور عدم ممتنع ہے وہ سب سے بڑا ہے۔ سب صفات کمال سے موصوف ہے۔ زوال اور نقصان کے داغوں سے پاک ہے اور ساری مخلوقات کا خالق ہے۔ تمام معلومات کا جاننے والا اور سب ممکنات پر قادر، ارادے سے ساری کائنات کا پیدا کرنے والا اور دیکھنے والا ہے اس کا مثل و مقابل و شریک اور ہم پلہ کوئی نہیں ہے اور نہ اس کے واجب الوجود ہونے میں کوئی شریک اور نہ عبادت و خلق و امر میں کوئی سہیم، سو اس کے سوا کوئی شخص استحقاق عبادت اور انتہائے تعظیم کا حقدار نہیں ہے اور سوائے اس کے کسی کو اختیار نہیں کہ وہ بیمار کو شفا بخشے یا کسی کو روزی دے یا کسی کی تکلیف دور کرے مگر سوائے اس کے ان یقول لہ کن فیکون۔ (جس چیز کو کہے ہو جا، سو ہو جاتی ہے) بغیر ظاہری اسباب کے۔ اور جیسا کہتے ہیں کہ طبیب نے بیمار کو تندرست کیا اور راشن کنٹرول نے فوجیوں کو راشن دیا یہ بات دوسری ہے کہ اگرچہ الفاظ میں اس کے ساتھ مشابہت ہے۔

اور کوئی اسکی امداد کرنے والا نہیں اور وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کسی میں متحد ہوتا ہے اور موجودات میں سے کوئی چیز اس کی ذات میں قرار پذیر نہیں ہو سکتی۔ نہ اس کی ذات میں حوادث ہوتا ہے اور نہ صفات میں۔ ہاں حدوث اس کی صفات کے تعلق میں اپنے متعلقات کے ساتھ افعال کے ظہور میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تعلق بھی حادث نہیں ہے ہاں ان کے متعلقات حادث ہیں۔ پس احکام کا تفاوت باعتبار تعلق کے ہے بہ سبب متعلقات کے اور اللہ تعالیٰ صفت حدوث اور تعدد سے بہ حیثیت سے پاک ہے، نہ جوہر ہے نہ عرض اور نہ جسم ہے اور نہ کسی معین جگہ میں، اور نہ کسی خاص جانب میں کہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے۔ کسی کو بارگاہ کبریائی میں بیہودہ گوئی اور جھوٹ کی راہ نہیں ہے۔ وہ عرش پذیر ہے جیسا کہ خود اس نے اپنے آپ کو سراہا ہے لیکن نہ اس معنی کے ساتھ کہ کسی خاص جگہ اور خاص جانب، بلکہ اس فوقیت اور استوا کو راسخین علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو قیامت کے دن دو طریقہ سے دکھائی دیں گے۔ اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستارے کی مانند سب پر جلوہ گر ہوگی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ پھر اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ صورت میں، رنگ میں اور مواجہہ میں، جیسا کہ نیند میں دیکھا جاتا ہے، جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا۔ پس وہاں ایسا دیکھیں گے کہ دنیا میں خواب دیکھتے ہیں ان دونوں طریقوں کو ہم سمجھتے ہیں اور اس پر اعتقاد رکھتے ہیں اگر ان دو طریقوں کے علاوہ خدا اور پیغمبر خدا کا رویت سے کوئی اور مقصد ہو تو ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اگرچہ بعینہ اس مقصد کو ہم سمجھ نہیں سکے، جو خدا چاہے گا ہو جائے گا اور جو نہ چاہے گا نہیں ہوگا۔

پس کفر اور گناہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے اور اس کے ارادے سے ہے۔ نہ اس کی رضا سے، وہ بے نیاز ہے اور اپنی ذات و صفات میں کسی کا محتاج نہیں اور اس پر کوئی حکمران نہیں اور کسی کے واجب کرنے سے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی ہاں اگر کبھی کسی چیز کا وعدہ کرتا ہے تو اس کو ایفا کرتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ خدا اس کا ضامن ہو جاتا ہے۔ اور اس کے سبب

افعال حکمت و مصلحت پر مشتمل ہیں جن کو ہم نہیں سمجھتے اُس کا کوئی کام برا نہیں ہے جو کرتا ہے یا امر فرماتا ہے اُس کی طرف جور و ستم کی نسبت نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی ہر پیدا کردہ چیز اور حکم میں کسی نہ کسی حکمت کی رعایت رکھی جاتی ہے نہ یہ کہ اپنے آپ کو یا اپنی ذات و صفات کو کسی چیز کے پیدا کرنے کے ساتھ کامل کرتا ہے یا اس چیز کے ساتھ اس کی کوئی غرض یا حاجت وابستہ ہو کیونکہ یہ اللہ کی نسبت ضعیف اور قبیح ہے اور اس کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔ پس چیزوں کے حسن و قبح میں عقل حکم نہیں دے سکتی اور نہ افعال کے ثواب و عقاب کے سبب بنتے ہیں۔ اشیاء کا حسن و قبح اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا امر کیا اور لوگوں کو ان کا مکلف بنایا پس بعض ان چیزوں میں سے ایسی ہیں کہ عقل ان کی مصلحت اور مناسبت کو ثواب اور عقاب کے سبب بننے کے ساتھ سمجھ سکتی ہے اور بعض ایسی ہیں جو سوائے پیغمبرؐ کے خبر دینے کے بظاہر سمجھ میں نہیں آتیں۔

اس کی صفات میں ہر صفت اپنی ذات کے ساتھ واحد ہے اور تعلق کے اعتبار سے غیر متناہی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ فرشتے علوی و مقربین بارگاہ ہیں اور فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے اور اُن کے خطرات سے حفاظت کرنے پر مامور ہیں اور بندوں کو خیر اور بھلائی کی طرف ترغیب دلاتے ہیں ہر ایک فرشتہ کے لئے ایک خاص مقام ہے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے اور جو اُن کو حکم کیا جاتا ہے کر گزرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں شیاطین بھی ہیں جو لوگوں کو شر کی طرف برانگیختہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید ایک کلام ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیا ہے کسی کی طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بات کرے مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے یا فرشتہ کی وساطت سے، پھر اتارتا ہے خدا کے حکم سے جو خدا چاہے یہ وحی کی حقیقت ہے۔

خدا کے ناموں اور اس کی صفات میں ایجاد روا نہیں ہے پس اطلاق شریعت پر موقوف ہے۔

اور معاد جسمانی (قبروں سے جی اٹھنا) حق ہے جسم اُٹھائے جائیں گے۔ اور اُن میں روحیں پھونکی جائیں گی اور بدن وہی ہوں گے جو پہلے تھے۔ اگرچہ کمی بیشی کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں گے چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ کافر کا دانت اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا یا جنتیوں کے لئے پہلے سے بھی زیادہ باریک اور لطیف ہوں گے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ طفل وہی ہے جو جوان اور بوڑھا ہوتا ہے اگرچہ اس کے اجزا ہزاروں بار مختلف ہوں۔

جزا و حساب اور صراط و میزان حق ہے اور دوزخ و بہشت حق ہے اور ہر دو اب بھی موجود ہیں اور کوئی خاص نص صریح ان کے مقام کی تعیین کے لئے نہیں آئی پس دونوں وہاں ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور سارا عالم ہمارے احاطہ سے باہر ہے اور جو مومن گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ اور اس آیت کی یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (پ ۵ ع ۲)

ترجمہ: اگر تم کبیرہ گناہ سے پرہیز کرو گے تو تمہارے صغیرہ گناہ معاف کر دیں گے۔

یعنی نماز اور کفارات کے سبب سے کبیرہ گناہوں کی معافی بھی جائز ہے مگر اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال دنیا اور آخرت میں دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو سنت اللہ کے موافق ہے اور دوسرے خرقِ عادت کے طور پر اور وہ لوگ جو توبہ کے بغیر مرے ہیں ان کے کبیرہ گناہوں کا معاف کرنا بھی خرقِ عادت کے طور پر جائز ہے اور ان نصوص کے مابین جو بظاہر باہم متعارض ہیں تطبیق کا یہی طریقہ ہے۔

اور شفاعت حق ہے اس شخص کے بارے میں جس کے لئے اللہ تعالیٰ اذن دے اور رسول اللہؐ کی شفاعت اپنی اُمت کے اہلِ کبائر کے لئے بھی حق ہے اور جس شفاعت کی نفی آئی ہے اس سے مراد وہ شفاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن اور رضا کے بغیر ہو فاسقوں کے لئے قبر کا عذاب اور مومنوں کے لئے عیش و آرام حق ہے اور منکر نکیر کا سوال بھی حق اور مخلوق کی طرف رسولوں کی بعثت بھی حق اور مخلوق کا مکلف بنانا اوامر و نواہی کے ساتھ پیغمبروں کی زبان سے بھی حق ہے اور پیغمبر دوسروں سے ایسی چیزوں کے ساتھ ممتاز ہیں جو دوسروں میں پائی نہیں جاتیں جو کہ ان کی نبوت اور حقانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض معجزات اور اُن کی فطرت کی سلامتی اور ان کے اخلاق کا کمال ہیں اور سارے پیغمبر کُفر سے اور بالا ارادہ ارتکاب کبائر سے یا اُن پر اصرار کرنے سے معصوم ہیں خدا تعالیٰ ان کی تین طریقوں سے حفاظت فرماتے ہیں:۔

(۱) ان کو خلقتاً فطرتِ سلیمہ عنایت فرماتے ہیں اور ان کے اخلاق میں کمال اعتدال عطا فرماتے ہیں پھر انہیں معصیت کی طرف رغبت ہی نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

(۲) یا اُن پر وحی بھیجتے ہیں، کیونکہ گناہ کی سزا بڑی ہے اور فرمانبرداری پر ثواب ملتا ہے، پھر یہ امر ان کو معاصی سے روکتا ہے۔

(۳) یا خدا تعالیٰ اُن کے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں اپنی غیبی لطیف تنبیہات کے ساتھ جس طرح کہ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں یعقوب علیہ السلام کا انگشت بدنداں ہو کر نمودار ہونا۔

اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اُن کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا اور آپ کی دعوت جنوں اور انسانوں کے لئے عام ہے اور نیز آپ سارے انبیاء سے افضل ہیں اس فضیلت خاص کے ساتھ اور اس کے علاوہ دوسری خصوصیات سے بھی۔

اور اولیاء اللہ کی کرامتیں (جو مومنین ہیں اور ذات و صفاتِ الٰہی کے عارف ہیں اور انہوں نے اپنے ایمانوں کو درست کر لیا) حق ہیں خدا ان میں سے نوازتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی خاص رحمت سے جس کو پسند فرماتا ہے۔

بچن لیتا ہے اور عشرہ مبشرہ، فاطمۃ الزہرا، خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ اور حسن و حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور ان کی متابعت کرتے ہیں اور اسلام میں ان کے درجات کی بڑائی کو جانتے ہیں۔ اسی طرح اہل بدر اور اہل بیعت رضوان کو بھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضؓ امام برحق ہیں پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ، پھر حضرت علیؓ۔ ان کے بعد خلافت ختم ہو گئی اور حکومت کا دور آیا۔

رسول اللہؐ کے بعد ابوبکرؓ سارے لوگوں سے افضل ہیں اور ان کے بعد عمرؓ۔ افضلیت سے ہماری مراد نسب، شجاعت، قوت، علم اور ایسے فضائل جو سب میں ہیں مراد نہیں بلکہ اس افضلیت سے ہماری مراد اسلام میں عظیم نفع رسانی کے اعتبار سے ہے۔

پس ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمانروا ہیں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں آپ کے وزیر ہیں اس لحاظ سے کہ اُن کو حق کی اشاعت میں ایک بہت بڑی ہمت تھی، کیونکہ پیغمبرؐ کی دو جہتیں ہیں ایک جہت وہ ہے کہ جو خدا سے لیتا ہے اور دوسری جہت یہ ہے کہ خلقت کو عطا کرتا ہے اور ان دونوں کو لوگوں کی بخشش و عطا اور لوگوں کے ملانے اور اکٹھا کرنے اور جنگ کی تدبیروں میں پوری مہارت تھی اور ہم اپنی زبانوں کو نیکی کے سوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر سے روکتے ہیں اور یہ دین میں ہمارے پیشوا اور رہبر ہیں اور ان کو بُرا کہنا حرام ہے اور ان کی تعظیم کرنا واجب ہے اور اہل قبلہ میں سے ہم کسی کو کافر نہیں کہتے۔ مگر جب قادرِ برتر سے انکار یا غیر اللہ کی عبادت یا انبیاء علیہم السلام اور قیامت یا اور ضروریاتِ دین کا انکار ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے مگر اس شرط پر کہ باعثِ فتنہ نہ ہو اور قبول کرنے کا گمان غالب ہو۔ پس یہ ہے میرا عقیدہ اور مجھے ظاہر اور باطن میں اللہ پر ایمان ہے اور تعریف خاص اللہ ہی کے لئے ہے اوّل اور آخر، ظاہر اور باطن میں۔

# حضرت یوسف علیہ السلام

پروفیسر خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی
مرتبہ:۔ فخرالدین صدیقی عفی عنہ (جنرل سیکرٹری)

(۴)

مجلس تہذیب اسلامی کے زیر اہتمام ۱۱ نومبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار بوقت ۴ بجے شام بیرون کشمیری گیٹ میں حضرت مولانا خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی صدر شعبہ اسلامیات و عربی اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور نے درس قرآن دیا۔ درس قرآن کی افادیت کے پیش نظر اسے ہفت روزہ خدام الدین میں شائع کرانے کا اہتمام کیا گیا ہے (آنریری سیکرٹری جنرل)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی سے جو چیز بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔ وہ نشیب و فراز شب و روز میں تدبیر الٰہی کی کارفرمائی ہے۔ پہلے ایک ایسے مقام پر انہیں فرمانروائی کی بشارت فرمائی گئی، جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اور پھر حکمت الٰہیہ کے غیر مرئی ہاتھوں نے انہیں اس بے آباد وادی سے نکال کر عزیز مصر کے گھر پہنچا دیا۔ فطری طور پر یہاں ان کی تربیت اس طرح ہوئی کہ جوان ہونے تک انہیں آداب حکومت پر مکمل دسترس حاصل ہو چکی تھی۔ پھر امانت و دیانت کے جو جوہر انہیں عطا فرمائے گئے تھے ان کی پرکھ کا انتظام بھی وہیں فرما دیا گیا۔ محض اپنے جذبات کی تسکین کے لئے امراۃ العزیز نے حضرت یوسفؑ کو جس جال میں پھنسانے کی کوشش کی اور جس طرح حضرت یوسفؑ نے پورے سکون اور تنہائی کی ہر شہوانی ترغیب کا مقابلہ کیا اس سے ان کی سلامت طبع کا جوہر نکھر کر سامنے آ گیا تھا۔ جو لوگ اعلیٰ تر اقدار کی حفاظت کے لئے ذاتی ترغیبات کو قربان کر سکنے کی سکت اپنے اندر رکھتے ہوں حکومت و فرمانروائی بالآخر انہی کا حصہ ہؤا کرتی ہے۔

یہ واقعہ جو محلات کی چار دیواری میں ہؤا تھا، پوشیدہ رکھنے کی انتہائی کوشش کے باوجود زبان زد عام ہو گیا۔ چشم زمانہ سے پردہ پوشی گناہ کے تلخ نتائج سے بچے رہنے کی بڑی وجہ سمجھی جاتی ہے۔ لیکن سات پردوں میں کی گئی حرکت مذموم آخر کار ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔ دامن پر پڑے چھینٹے تو دھو بھی لئے جا سکتے ہیں، ضمیر کے داغ چھپانے مشکل ہوتے ہیں۔ انسان کی حرکات و سکنات، طرز گفتگو، چہرے کے آثار چڑھاؤ، اندر کی اس دنیا کے ترجمان ہیں جسے چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ بڑے گھروں کی عورتوں میں چہ میگوئی عین امر واقع ہو سکتا ہے۔ انہیں یہ اشتیاق بھی ہو سکتا تھا کہ آخر کون وہ غلام ہے جس پر امراۃ العزیز قابو نہ پا سکی؟ وہ اسے ملامت بھی کرتیں۔

إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○

ہم اسے کھلی ہوئی گمراہی میں پاتی ہیں۔

عزیز مصر کی بیوی پر یہ جگ ہنسائی شاق گذری ہوگی۔ اس نے اپنے گھر میں ایک دعوت طعام کا انتظام کیا، جس میں اونچے گھرانوں کی ان سب عورتوں کو مدعو کیا جو اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے ہوتے تھیں۔ اس دعوت سے امراۃ العزیز کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ ان عورتوں کو دکھائے کہ جس شخص کی وجہ سے اسے لعن طعن کرتی تھیں وہ کوئی عام قسم کا مرد نہ تھا۔ وہ خود اپنی آنکھوں سے حسن مردانہ کا نظارہ کر لیں! عین اس وقت جب عورتیں پھل وغیرہ تراشنے میں مشغول تھیں، حضرت یوسفؑ کو محفل میں لایا گیا، یوسف کے رعب حسن نے ان عورتوں کو اس قدر ششدر کر دیا کہ انہیں خبر نہ رہی اور پھل کاٹتے ہوئے وہ چھری ان کے ہاتھوں پر چل گئی حیرانگی میں ان کے منہ سے نکلا:

حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ○

اللہ! یہ انسان نہیں، یہ تو کوئی پاک فرشتہ ہے۔

اس نے جب مہمان عورتوں کی یہ حالت دیکھی تو اسے عذر گناہ پیش کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے چمک کر کہا: "یہی وہ لڑکا ہے جس کے لئے تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ میں نے اسے قابو میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن یہ تو عصمت و آبرو کا پہاڑ معلوم ہوتا ہے"۔ میرے سر پر شیطنت کا جنون سوار تھا، میں نے یوسف کو دھمکایا کہ اگر وہ میری بات نہ مانے گا تو وہ گرفتار کر لیا جائے گا اور ہر جگہ ذلیل و خوار ہوگا۔

یوسف علیہ السلام کی حیثیت ایک نوجوان اجنبی غلام سے زیادہ نہ تھی وہ اس گھر میں پل کر جوان ضرور ہوئے لیکن جہاں تک ذاتی حیثیت کا تعلق ہے وہ غلام ہی تھے۔ مالک کے حسن اخلاق کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے مال و مقام پر اپنا کوئی حق ظاہر کر سکیں۔ جو کچھ ان کے گردو پیش تھا، کسی وقت بھی ان سے چھین لیا جا سکتا تھا۔ دوسری طرف امراۃ العزیز اس کی مالکہ بھی تھی۔ جب چاہے یوسف کو گھر سے نکال دے۔ اس کے پاس حسن، طاقت، دولت، ہر ہتھیار موجود تھا۔ لیکن یوسف کے ایمان و ایقان کی رفعت ملاحظہ ہو کہ لمحہ بھر کے لئے مرعوب نہیں ہوتے ایک "ہاں" سے انہیں ساری دنیا کی نعمتیں میسر آ سکتی تھیں۔ لیکن حضرت یوسفؑ نے بلا تامل کہا:

رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ج

اے رب جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں، اس سے تو مجھے قید پیاری ہے۔

اس انکار نے حضرت یوسفؑ کو محلات کی آسائشوں سے نکال کر جیل خانوں کی صعوبتوں کی طرف دھکیل دیا۔ یہ گرفتاری بھی تدابیر الٰہی کے اس منصوبہ کے عین مطابق ہے۔ جس کا مشاہدہ ہم شروع سے کر رہے ہیں۔ اس واقعہ نے عوام کے دلوں میں خود یوسفؑ کی عصمت و دیانت کے متعلق کچھ شکوک پیدا کر دیئے ہوں گے۔ دوسری طرف یوسفؑ کے مقصد حیات کا کوئی مظہر کسی کے سامنے نہ آیا تھا۔ اب وقت آن پہنچا تھا کہ عوام جان لیں کہ یوسفؑ کس کیریکٹر کے مالک ہیں۔

اس زمانہ میں جب حضرت یوسفؑ کی گرفتاری عمل میں آئی۔ بادشاہ مصر کو کھانے میں زہر دینے کی ایک سازش پکڑی گئی۔ تفتیش کے بعد دونوں جوانوں کو گرفتار کر کے اسی جیل میں بھیج دیا گیا۔ جس میں حضرت یوسفؑ محبوس تھے۔ جن میں سے ایک محل کا طباخ نانبائی تھا اور ضیا پاشی چراغ کی نظرت ہے۔ نشیب ہمیا فراز، ہر گردو پیش

میں تاریکی کاٹنا اس کا خاصا ہے۔

حضرت یوسف کی سیرت و کردار کا چراغ جیل خانہ کی گھمبیر تاریکیوں میں اپنی تابانیوں کے جوہر بکھیرتا رہا۔ ان کے حسن اخلاق و معاملگی نے بہت جلد جیل والوں کے دلوں کو موہ لیا۔ اور ناظم جیل عموماً قیدیوں کی دیکھ بھال کے لئے ان پر بھروسہ کرتے۔ دوسرے قیدی بھی اپنے معاملات انہی کے سامنے پیش کرتے تھے

دونوں نئے قیدیوں میں سے ایک نے رات خواب میں دیکھا کہ وہ شراب پلا رہا ہے اور دوسرے نے یہ دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کا ٹوکرہ رکھا ہے اور پرندے اس میں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ وہ دونوں حضرت یوسفؑ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا۔

نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ○

ہمیں اس کی تعبیر بتایئے، بیشک ہم نے آپ کو محسنوں میں سے پایا ہے۔

انہی قیدیوں کو مخاطب کرکے حضرت یوسف نے اپنے مقصد حیات کی وضاحت کی۔ آپ نے فرمایا:

"میں تمہیں تعبیر بتا دوں گا۔ اور یہ (تعبیر معاملات) اسی (علم) میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے یقیناً میں نے ان لوگوں کی راہ چھوڑ دی ہے جو خدا پر ایمان نہیں لاتے اور ساتھ ہی آخرت کا انکار بھی کرتے ہیں۔ میں تو اپنے اجداد ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے مذہب پر قائم ہوں۔ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور سارے لوگوں پر لیکن لوگوں میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے۔

اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا ایک واحد و قاہر خدا اچھا ہے یا یہ چھوٹے چھوٹے بہت سے خدا؟ تم اسے چھوڑ کر جو ان کی پیروی کرتے ہو تو ان کو تو خود تم نے یا تمہارے آباؤ اجداد نے گھڑ لیا ہے۔ اللہ نے کوئی تصدیق نہیں کی۔ فرمانروائی تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس کا تو یہ حکم ہے کہ تم سوائے اس کے اور کسی کے سامنے نہ جھکو۔ یہ سیدھی راہ ہے۔ لیکن لوگوں میں سے اکثر نہیں جانتے یہ

یہ تھا اصل مشن حضرت یوسف علیہ السلام کا۔ دنیا میں جتنے انبیاء اور صلحا ہوئے ہیں۔ سب اسی مشن پر کاربند تھے۔ اور سب کے دلائل بھی ہمیشہ یہی رہے، توحید ان کے پیغام کی اصل رہی اور یہی توحید حضرت یوسف علیہ السلام کے پیغام کا بھی مرکزی نقطہ ہے۔ حاجت روائی کا صد فی صد تعلق خدا سے وابستہ رکھنا توحید کا عملی مظہر ہے۔

خدا کے تمام برگزیدہ بندے اپنی ہر چھوٹی بڑی مشکل کشائی کے لئے خدا ہی کے سامنے گڑگڑاتے رہے۔ خود افضل الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذرا ذرا سی مشکل کے حل کے لئے خدا کے حضور جھک جایا کرتے تھے اور خدا عاجزی کے نذرانہ کو ہمیشہ شرفِ قبولیت عطا فرما دیا کرتا ہے۔ ایک بار سخت گرمی تھی اور بارش کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے اتنی عاجزی سے ہاتھ اٹھائے کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی۔ خدا کے حضور بھی شنوائی ہو گئی۔ حضرت یوسفؑ نے مقصدِ حیات کی وضاحت کے بعد خوابوں کی تعبیر بتائی کہ ساقی جس نے اپنے آپ کو شراب پلاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس الزام سے بری ہوکر اپنے منصب پر بحال کر دیا جائے گا اور طباخ کو پھانسی ہوگی۔ پرندے اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ یہ امر جس کے متعلق تم دریافت کر رہے ہو ہوکر رہے گا۔

یہ اثبات و ایقان دراصل سالکین حق کا وہ قیمتی زاد راہ ہے جو انہیں پیش آمدہ ہر بڑی مشکل کے مقابلے میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ولید ایک رئیس ہوا کرتا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ "میں ایک سرسبز و شاداب جنگل میں سے گذر رہا تھا اس میں سے دریا بھی گذرتا تھا۔ ارد گرد ہر قسم کے پھل اور پھول بھی موجود تھے، میں اس میں سے چلا گیا کہ اچانک وہ باغ ختم ہو گیا اور ایک لق و دق صحرا نمودار ہوا" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ولید تم مسلمان ہو جاؤ گے، اس کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لوگے" اس نے جب اپنے اسلام لانے کے متعلق سنا تو فوراً اپنی بات سے مکر گیا۔ کہنے لگا۔ میں نے تو کوئی خواب ہی نہیں دیکھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے کہا تم کچھ کہو یہ بات اب ہو کر رہے گی۔ اسی یقین کی بنیاد پر انہوں نے ساقی سے کہا تھا کہ جب تم رہا ہو کر اپنے آقا کے دربار میں جاؤ تو وہاں میرا ذکر بھی کرنا۔ لیکن رہائی کے بعد اسے اپنا یہ وعدہ یاد نہ رہا اور حضرت یوسفؑ کو کئی سال تک مزید جیل میں رہنا پڑا۔ اب تک تقدیر الٰہی راہ کی سب مشکلوں کو ہٹا چکی تھی۔ تمام ایسی تدابیر بروئے کار آ چکی تھیں جن کی مدد سے حضرت یوسفؑ مسندِ اقتدار تک پہنچ سکتے تھے۔

فرعون نے ایک رات خواب میں دیکھا "سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں ہڑپ کر گئیں ہیں اور سات ہری بھری ٹہنیاں ہیں اور سات خشک" اس نے درباریوں سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی لیکن کوئی بھی اسے نہ سمجھ سکا۔ ان کے خیال میں یہ بالکل ایک مہمل سا خواب تھا۔ محفل میں ساقی کو اپنا گذشتہ واقعہ یاد آ گیا۔ کس طرح حضرت یوسفؑ نے انہیں خوابوں کی تعبیر بتائی تھی۔ اس نے بادشاہ سے کہا مجھے اگر جیل خانہ بھیج دیا جائے تو میں اس خواب کی تعبیر آپ کو بتا سکوں گا۔ بادشاہ کے حکم سے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا۔ اور ان کو خواب سنا کر اس کی تعبیر دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ سات سال تک مصر میں قحط پڑے گا۔ اس کا حل یہ ہے کہ سات سال تک مسلسل ذخیرہ اندوزی کرتے رہو۔ اس کے بعد سات سال قحط کے آئیں گے جن میں خوراک کے تمام ذخائر خالی ہو جائیں گے۔ ان چودہ سالوں کے بعد بارشیں ہوں گی اور یہ قحط ختم ہو جائے گا۔

بادشاہ نے جب یہ سنا تو بڑا متحیر ہوا۔ حضرت یوسف کی فہم و فراست کا یہ اثر تھا کہ اس نے ان کی فوری رہائی کا حکم دے دیا۔ لیکن جب بادشاہ کا پیغام ان کے پاس پہنچا تو حضرت یوسف نے رہا ہونے سے انکار کرتے ہوئے کہا اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اسے پوچھو کہ اس نے عورتوں کے معاملہ کا کیا فیصلہ کیا ہے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؛ یقیناً وہ ان کے مکر کو جانتا ہوگا" بادشاہ نے ان عورتوں کو دربار میں طلب کیا اور چہ میگوئیوں کے متعلق

پوچھا جو حضرت یوسف کے متعلق ان میں ہوتی رہتی تھی۔ اس پر امراء کی عورتوں نے بھرے دربار میں یہ اقرار کیا:

مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوْءٍ

ہمیں اس کے خلاف کسی برائی کا کوئی علم نہیں۔

اور جب بادشاہ نے اپنی بیوی سے دریافت کیا تو اس نے بھی اس کا اقرار کیا۔

اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

اب حق کھل کر سامنے آگیا ہے۔ میں نے ہی اسے ورغلانے کی کوشش کی تھی۔ وہ یقیناً سچوں میں سے ہے۔

یہ ہے وہ کردار جسے خدا اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لئے چن لیا کرتا ہے۔ حضرت یوسف نے رہائی کے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسے خوش آمدید نہیں کہا۔ صعوبتیں جو حق کی حمایت میں برداشت کرنا پڑیں ان آسائشوں سے بدرجہا بہتر ہیں جو باطل کی حمایت میں ہوں۔ کیونکہ ثبات بس حق ہی کو ہے ان صعوبتوں کی آخری منزل حقیقی کامرانی ہے۔ اور باطل سراب ہے دل خوش کن اور موت اس کی منزل! (باقی آئندہ)

# اللہ تعالیٰ کا ذکر قرآن و سنت کی روشنی میں

مرتب:۔ قاضی محمد زاہد الحسینی غفرلہٗ

(۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو خداوند قدوس یاد فرماتا ہے۔ ارشادِ قرآنی ہے:۔

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ (البقرہ ۱۵۲)

اگر تم میرا ذکر کرو گے میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اس کی تفسیر صاحب وحی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ:۔

یقول اللہ عزوجل انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منھم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (حدیث قدسی ہے) کہ میرا بندہ میرے متعلق جو عقیدہ قائم رکھتا ہے میں اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر علیحدگی میں کرتا ہے میں بھی اس کا ذکر علیحدگی میں کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کسی مجمع میں کرتا ہے میں اس کا ذکر اس مجمع سے بہتر مجلس میں (فرشتوں کی مجلس میں) کرتا ہوں۔

(قال ابن حجر العسقلانی اخرجہ البخاری ومسلم واحمد والبزاز وسندہ صحیح، قد رواہ قتادۃ وابن عباس ایضاً (الترغیب لابن حجر ص ۱۲۱)

اس حدیث کے راوی ابو ہریرہ، ابن عباس، قتادہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ذکر سب عبادتوں سے بڑا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

ولذکر اللہ اکبر (عنکبوت ۴۵)

یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

اس کی تفسیر میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

(الف) الا اخبرکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم۔ قالوا بلیٰ قال ذکر اللہ۔

(اخرجہ احمد وابن ابی الدنیا والترمذی وابن ماجہ واحمد والحاکم ورواہ ابو درداء ومعاذ رضی اللہ عنھم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے سب سے زیادہ بہتر، زیادہ پاکیزہ عند اللہ، اور درجات میں زیادہ بلندی پیدا کرنے والے ایسے اعمال نہ بتاؤں جو سونا چاندی راہِ خدا میں دینے سے اور جہاد سے بھی زیادہ بہتر ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا جناب ضرور ارشاد فرمائیں۔ ارشاد فرمایا وہ بہترین عمل اللہ کا ذکر ہے۔

اس حدیث کے راوی ابو الدرداء اور حضرت معاذ ہیں۔

(ب) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ

(النسائی ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم عن جابر رضی اللہ عنہ)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔

(۳) ذکر باعثِ مغفرت اور اجر عظیم ہے ارشادِ قرآنی ہے:۔

والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃً واجراً عظیماً

اور اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرنے والے مردوں اور ذکر زیادہ کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

اس کی تفسیر میں جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

(الف) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ یطوفون فی الطریق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قوماً یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم فیحفونھم باجنحتھم الی السماء قال فیسالھم ربھم وھو اعلم بھم مایقول عبادی؟ قال یقولون یسبحونک ویکبرونک ویحمدونک ویمجدونک قال فیقول ھل راونی؟ قال فیقولون لا واللہ ماراوک قال فیقول کیف لو راونی؟ قال یقولون لو راوک کانوا اشد لک عبادۃ واشد لک تمجیداً واکثر لک تسبیحاً قال فیقول فما یسألونی قال یسألونک الجنۃ فیقول وھل راوھا فیقولون لا واللہ ماراوھا قال یقول کیف لو راوھا۔

(الحدیث رواہ البخاری)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو کوچوں اور راستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کی تلاش کرتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں جب وہ کسی جماعت کو ذکر کرتے ہوئے پا لیتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں کہ جس چیز کی تم کو تلاش ہے وہ مل گئی ادھر آ جاؤ چنانچہ وہ اوپر تلے جمع ہوتے ہوئے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ خداوند قدوس سب کچھ جانتے ہوئے ان سے پوچھتا ہے میرے بندے کیا کہہ رہے تھے وہ فرشتے جواب میں عرض کرتے ہیں۔ وہ تیری تسبیح اور تکبیر کر رہے تھے اور تیری حمد اور بزرگی کا اقرار کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں کیا ان بندوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں بخدا ان لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر یہ مجھ کو دیکھ لیتے تو پھر کیا ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے اللہ اگر آپ کو دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ عبادت کرتے، حمد کرتے اور بزرگی کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں یہ ذکر کرنے والے مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں یہ تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا ان لوگوں نے جنت دیکھی ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں نہیں یا اللہ نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر جنت دیکھ لیتے تو پھر کیا ہوتا؟

فرشتے عرض کرتے ہیں پھر تو اس کو حاصل کرنے کے لئے زیادہ حرص پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں یہ میرے بندے کس سے پناہ چاہتے تھے فرشتے عرض کرتے ہیں جہنم سے اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اگر جہنم کو دیکھ لیتے تو پھر؟ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر تو اس سے اور زیادہ بھاگتے اور نفرت کرتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم گواہ رہو میں نے ان کو بخش دیا۔

اسی طرح ذکر کرنے والی عورتوں کے متعلق بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کافی موجود ہیں۔

اختصار کے لئے صرف ایک واقعہ اور اس میں تعلیم سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کی جاتی ہے۔

عن ام ھانی رضی اللہ عنھا قالت مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فقلت یا رسول اللہ قد کبرت وضعفت فمرنی بعمل اعملہ وانا جالسۃ قال سبحی اللہ مائۃ تسبیحۃ فانھا تعدل لک مائۃ رقبۃ تعتقینھا من ولد اسماعیل واحمدی اللہ مائۃ تحمیدۃ فانھا تعدل مائۃ فرس مسرجۃ ملجمۃ تحملین علیھا فی سبیل اللہ وکبری اللہ مائۃ تکبیرۃ فانھا تعدل لک مائۃ بدنۃ مقلدۃ متقبلۃ وھللی اللہ مائۃ تھلیلۃ تملا ما بین السماء والارض ولا یرفع یومئذٍ لاحدٍ عملٌ افضل مما یرفع لک الا ان یاتی بمثل ما اتیت۔ (رواہ احمد والطبرانی والبیہقی)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اب بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہوں (زیادہ عبادت سے قاصر ہوں) جناب مجھے ایسا عمل بتائیں جس کو بیٹھے ہوئے ادا کر سکوں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سو دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کر یہ وظیفہ تیرے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک سو غلام آزاد کر دینے کا ثواب کے برابر ہوگا اور سو دفعہ الحمد للہ پڑھا کر اس سے تجھے اتنا ثواب ملے گا جتنا کہ سو زین شدہ با لگام گھوڑوں پر جہاد فی سبیل اللہ سے ملتا اور سو دفعہ اللہ اکبر پڑھا کر اس سے تجھے سو اونٹ فی سبیل اللہ ذبح کرنے کا ثواب ملے گا اور سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے گا اس کے ثواب سے زمین اور آسمان کی درمیانی فضا بھر جائے گی اور اس دن کسی کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی قبولیت حاصل نہ کرے گا جتنی تیرا یہ عمل حاصل کرے گا مگر یہ کہ وہ بھی تیری طرح عمل کرے۔

(۴) ذکر باعثِ فلاح و نجات ہے ارشاد قرآنی ہے:۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (الجمعہ ۱۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

یہ آیت کریمہ سورہ الجمعہ کی ہے۔ اس سے پہلے قرآن حکیم نے تجارت اور دوسرے جائز کسب کرنے کا حکم فرمایا:۔

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

اللہ کا فضل ڈھونڈو۔

مگر اسی آیت میں اس کے خاتمہ پر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ یعنی فلاح اور کامیابی رزق کی زیادتی میں نہیں۔ مال کی فراوانی میں ہے بلکہ فلاح اور کامیابی تو ذکر اللہ میں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرو۔ قرآن حکیم میں جائز کسب کرنے کا حکم دیا گیا مگر اعتماد اور بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر رکھنے کا حکم فرمایا تاکہ اسباب پر تکیہ کر کے اسباب میں گم نہ ہو جائے بلکہ اسباب اور ذرائع کو صرف سبب اور ذریعہ ہی سمجھے اس میں اثر پیدا کرنے والا، برکت پیدا کرنے والا خداوند قدوس کو سمجھے۔ میدان کارزار میں دشمنان خداوندی سے برسر پیکار ہوتے ہوئے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ تم وہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرو۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (انفال ۴۵)

اے ایمان والو! جب تم کسی فوج سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

عالمگیر طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے سبب اختیار کرتے ہوئے بامر خداوندی کشتی بنائی اور اس میں سوار بھی ہوئے اور اسی کی وجہ سے آپ جودی پہاڑ پر بسلامت اتر گئے مگر آپ نے اس مہیب طوفان سے نجات دینے والا کشتی کو نہیں سمجھا بلکہ خداوند قدوس ہی کو سمجھا جیسا کہ اپنے خاندان، مسلمانوں کو کشتی پر سوار ہوتے وقت یہ تعلیم دی کہ اس کشتی کا متصرف اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھا۔

وقال ارکبوا فیھا باسم اللہ مجرٖھا و مرسٰھا۔ (ہود ۴۱)

اور کہا (حضرت نوح علیہ السلام نے) سوار ہو جاؤ اس کشتی میں (مگر) اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا ہے اور ٹھہرنا ہے۔

(۵) ذاکرین کے لئے باری تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فرشتوں کے صلوٰۃ و سلام کی بشارت ہے:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا ۝ وسبحوہ بکرۃ واصیلا۔ ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمومنین رحیما ۝ تحیتھم یوم یلقونہ سلام واعد لھم اجرا کریما ۝ (الاحزاب ۴۱ تا ۴۴)

اور وہ ایمان والوں پر نہایت رحم والا ہے۔ ان کا تحفہ جس دن وہ اس سے ملیں گے سلام کا تحفہ ہوگا اور اللہ نے ان کے لئے عزت کا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ارشاد بالا میں مندرجہ ذیل بشارات ذاکرین کے لئے ہیں۔

(الف) ذاکرین پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں (ب) اللہ تعالیٰ کے فرشتے اللہ تعالیٰ سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ ذکر کرنے والوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے (ج) اس ذکر کی بدولت قیامت کے دن ان کے لئے سلام کا تحفہ ہوگا (د) ان کے علاوہ ان کے لئے بڑا باعزت اجر مقرر کر رکھا ہے۔

(۶) ذکر باعث اطمینان قلب ہے ارشاد

(باقی ص ۱۷ پر)

# اللہ جل شانہ

محمد شفیع عمر الدین (سانگھڑ)

— ۲ —

اسی نے تمہیں معین مدت کے لئے پیدا کیا:

(۱) هُوَالَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ط وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ٥

(الانعام آیت ۲)

ترجمہ:- اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ایک وقت مقرر کر دیا اور اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے۔ تم پھر بھی شک کرتے ہو۔

(۲) هُوَالَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ج فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ج فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ٥ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ج فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ٥ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ٥ صلے وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ٥ (اعراف ۱۸۹-۱۹۲)

ترجمہ:- وہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے آرام پائے۔ پھر جب میاں نے بیوی سے ہم بستری کی تو اس کا ہلکا سا حمل رہ گیا۔ پھر اسے لئے پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تب، دونوں میاں بیوی نے اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کی اگر آپ نے ہمیں صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم ضرور شکر گذار ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں صحیح سالم اولاد دے دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کا شریک بنانے لگے۔ سو اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ کیا ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی نہیں بنا سکتے اور وہ خود بنائے گئے۔

(۳) اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ٥ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ٥ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ط قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ٥ (السجدہ آیت ۷-۹)

ترجمہ: جس (اللہ) نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی اولاد نچڑے ہوئے حقیر پانی سے بنائی۔ پھر اس کے اعضاء درست کیے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنایا۔ تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو۔

(۴) وَهُوَالَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ٥ (الانعام آیت ۹۸)

ترجمہ: اور اللہ وہی ہے جس نے ایک شخص سے تم سب کو پیدا کیا (پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے۔ اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ) تحقیق ہم نے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں ان کے لئے جو سوچتے ہیں۔

(ف) "اول سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کے اثر پیدا کرے۔ پھر آ کر ٹھہرتا ہے دنیا میں۔ پھر سپرد ہوگا قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کا پیدا کرے۔ پھر جا ٹھہرے گا جنت میں یا دوزخ میں۔" (موضح القرآن)

وہی ماں کے پیٹ میں صورت بناتا ہے۔

هُوَالَّذِیْ يُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ٥

(آل عمران آیت ۶)

ترجمہ: وہی ہے جس طرح چاہے ماں کے پیٹ میں تمہارا نقشہ بناتا ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ زبردست حکمت والا ہے۔

اسی نے تمہارے لئے رشتہ نسب اور دامادی قائم کیا:-

وَهُوَالَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا٥ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا

(الفرقان آیت ۵۴)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کے لئے رشتہ نسب اور دامادی قائم کیا اور تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی کے قبضہ میں موت و حیات ہے:-

(۱) وَهُوَالَّذِیْ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ٥

(المومنون آیت ۸۰)

ترجمہ: اور وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور رات اور دن کا بدلہ اسی کے اختیار میں ہے سو کیا تم نہیں سمجھتے۔

## ضروری اعلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم امیر جمعیتہ علماء اسلام پاکستان مسلسل اسفار کی وجہ سے کچھ علیل ہیں اس لئے وہ طبیعت بحال ہونے تک کسی جلسہ وغیرہ میں شرکت نہیں فرما سکتے احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جن کو حضرت مدظلہ نے ٹائم دیا تھا۔ وہ اس کو کینسل تصور فرمائیں۔

(مولانا) عاشق الرسول ناظم مدرسہ عربیہ مخزن العلوم خانپور

## جناب قاسم علی صاحب

صدر مجلس منتظمہ مدرسہ ضیاء العلوم فیض باغ لاہور ۱۹ نومبر بروز پیر اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جناب مرحوم کی نماز جنازہ ان کے حسب وصیت مدرسہ ہذا کے سیکرٹری علی اکبر صاحب نے پڑھائی۔ اور ان کو حضرت مولانا سید محمد مطیع الحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) بانی مدرسہ ضیاء العلوم کے مزار مبارک کے متصل گھوڑے شاہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل و مدرسہ ضیاء العلوم کو بہتر من نعم البدل عطا فرمائے۔

فرمایا:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

(الرعد ۲۸)

زندگی اطمینانِ قلب ہی کا نام ہے اگر دل کا اطمینان نہ ہو تو وہ کیا زندگی ہے اس کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے الحی اور المیت کے ساتھ تشبیہہ دیتے ہوئے فرمایا:

مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکرہ مثل الحی والمیت (بخاری)

اللہ کا ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت لطیف طریقہ فرمایا:

فرق است زآب خضر کہ ظلمات جائے اوست
تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر است

(۷) ذکر سے روحانی اور قلبی راہ نمائی ہوتی ہے فرمایا:

واذکر ربک اذا نسیت وقل عسی ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشدا

(الکہف ۲۴)

یعنی ذکر اللہ سے غفلت دار ہو کر راہِ حق کی راہ نمائی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران کے والد ماجد حضرت حصین رضی اللہ عنہما کو اسلام سے مشرف ہونے پر یہ دعا بتائی تھی کہ:

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِی رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ

اے اللہ میرے دل میں میری ہدایت ڈال دیجئے اور مجھ کو میرے نفس کی شرارت سے محفوظ رکھ۔

(۸) ذکر نہ کرنے سے غفلت اور دل کی سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا:

واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغافلین۔ (اعراف ۲۰۵)

اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور صبح اور شام بلند آواز کی نسبت ہلکی آواز سے اور غافلوں سے نہ ہو۔

یہ غفلت اور سستی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ انسان جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے فرمایا:

فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ

(الزمر ۲۲)

سو بڑی خرابی ہے ان کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح لوہے پر زنگ چڑھ جاتا ہے اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! دلوں کے زنگ کس چیز سے دور ہو سکتے ہیں۔ فرمایا:

جلاءھا ذکر اللہ

دلوں کا صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

(۹) ذکر نہ کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔

استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطن الا ان حزب الشیطن ھم الخسرون

(المجادلہ ۱۹)

غلبہ پا لیا ان پر شیطان نے پس بھلا دیا اس نے ان سے اللہ کا ذکر، یہی شیطان کا گروہ ہے خبردار بے شک شیطان کا گروہ نقصان اٹھانے والا ہے۔

جس کا اقرار قیامت کے دن یہ مجرم کرے گا، ارشاد قرآنی ہے:

یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطن للانسان خذولا

ہائے میری شامت، کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اسی نے تو ذکر کے آجانے کے بعد مجھے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہی ہے۔

یعنی غیر ذاکر کی مجلس نے مجھے راہِ ہدایت سے دور کر دیا، جس کا انجام وہ گمراہی ٹھہری جس نے قیامت میں رسوا اور ذلیل کر کے چھوڑا۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کا ذکر قیامت کے بوجھوں کو ہلکا کرتا ہے فرمایا:

واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا طویلا ان ھؤلاء یحبون العاجلۃ ویذرون وراءھم یوما ثقیلا (الدہر ۲۵، ۲۶، ۲۷)

اور ذکر کرتا رہ اپنے رب کا نام صبح اور شام اور کچھ حصہ رات میں سے بھی اسی کو سجدہ کیجیے اور رات میں دیر تک اس کی پاکی بیان کیجیے بیشک بے شک یہ لوگ (ذکر سے غافل) دنیا کو تو چاہتے ہیں مگر اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو چھوڑتے ہیں۔

نوٹ:- ذکر اللہ سے مراد ذکر لسانی (زبانی ذکر) بھی ہے جیسا کہ سورہ الدہر میں گذر چکا ہے اور جیسا کہ سورہ المزمل ۸ میں ارشاد فرمایا:-

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا

اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں اور اسی کی طرف آجاؤ سب سے الگ ہو کر۔

اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

عن عبد اللہ بن بسر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ۔ (رواہ الترمذی)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہیے۔

اللھم اجعلنا من الذاکرین ولا تجعلنا من الغافلین۔

## بقیہ نقد و نظر

مولوی محمد حلیم صاحب انصاری نے ۱۹۱۶ء میں کیا تھا۔ موجودہ کتاب میں صفحہ ۲۲ سے لے کر صفحہ ۴۳ تک نہایت قیمتی مقدمہ انجیل برنباس کا حقانیت اسلامی اور صداقت دین حنیف کا آئینہ دار ہے۔

اس دور میں جب کہ عیسائیت کے برگ و بار ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت اور اس کے مندرجات سے واقفیت ذی علم حضرات کے لئے ضروری ہے۔ (ادارہ)

## تصحیح

قارئین کرام تصحیح فرمالیں کہ ۲۶ اکتوبر کے شمارے میں قاری محمد عطاء اللہ کی تصنیف آئینہ صلوٰۃ کا اشتہار شائع ہوا تھا جس میں اس کی قیمت ایک روپیہ پچیس پیسہ کی بجائے صرف پچیس پیسے غلطی سے درج ہو گئی تھی اس کی اصل قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے ہے۔

بچوں کا صفحہ

# دربارِ عمرؓ کے فیصلے

حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

۱۔ حضرت عمر فاروق امیرالمومنینؓ ایک دفعہ مدینہ شریف میں خطبہ دے رہے ہیں درمیان خطبہ فرماتے ہیں۔ "اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف دیکھ" اور یہی الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ کئی سو میل دُور پہاڑ کے دامن میں مسلمان فوج جنگ میں مشغول ہے۔ ساریہؓ آپؓ کی آواز اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔ اور پہاڑ کی طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ درّے سے عنقریب غنیم کا لشکر حملہ آور ہونے والا ہے آپ سنبھل جاتے ہیں۔ ادھر اہل مدینہ حیران ہیں کہ دورانِ خطبہ یہ کیا عجیب معاملہ پیش آیا ہے کہ حضرت عمرؓ کہاں پہاڑ کے دامن میں کئی سو میل دُور فوج کو لڑا رہے ہیں اور جنگی چالیں بتلا رہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد مسلمان فوج فتحیاب ہو کر واپس آتی ہے تو اہلِ مدینہ فتح کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ اس پر حضرت ساریہؓ جواب دیتے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ وائرلیس کے ذریعے جنگی چال نہ بتلاتے تو ہم کبھی کامیاب نہ ہوتے۔ میں غنیم سے بے خبر تھا مگر حضرت عمرؓ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے اس لشکر کی طرف پیش قدمی کی جو بے خبری میں ہم پر ٹوٹنے والا تھا اور اللہ تعالےٰ جلشانہٗ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ یہ حضرت عمرؓ کی ہوا پر حکومت کا ایک کرشمہ ہے۔

ان کو روکتے ہیں اور فرماتے ہیں "انسانی جان بڑی قیمتی ہے اور یہ عقیدہ غلط ہے چند دن ٹھہر جائیں میں امیرالمومنینؓ کو یہ واقعہ لکھتا ہوں۔ جو وہ فرمائیں گے۔ اس کی تعمیل کی جائے گی۔" آپ حضرت عمرؓ کو اس انسانی بھینٹ کے متعلق سارا واقعہ لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ انسانی قربانی سے روکتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک خط دریائے نیل کے نام بھی تحریر کرتے ہیں جس کی عبارت یہ ہے:۔

"اے دریا! ہر چیز خدا کے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ تو پہلے بھی اسی کے حکم سے بہتا تھا۔ اب بھی اسی طرح بہتا چلا جا۔ انسانی بھینٹ درست نہیں لیکن یاد رکھ اگر تو اسی طرح نہ بہتا رہا تو عمرؓ تیرے مقابلے میں تلوار لے کر آئیگا"

گورنر کو حکم یہ تھا کہ اس خط کو وہیں ڈالا جائے جہاں ہر سال انسانی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے۔ عمرو بن العاصؓ نے انسانی قربانی روک دی اور خط وہیں ڈال دیا جہاں لڑکی کو ڈبویا جاتا تھا۔ تواریخ شاہد ہیں کہ اس دن کے بعد آج تک دریائے نیل کبھی خشک نہیں ہوا۔

معلوم ہوا حضرت عمرؓ کے فیصلے ہوا اور پانی بھی مانتے تھے گویا پانی اور ہوا پر آپکی حکومت تھی۔

فرحت ٹونکی

## ہدیۂ عقیدت

سلام بحضورِ خیرالانام صلّے اللہ علیہ وسلّم

مدینۂ طیبّہ میں جا کر صبا ہمارا سلام پہونچا
حضورِ محبوبِ ربِّ اکبر صبا ہمارا سلام پہونچا

وہی ہیں مہرِ سپہرِ رفعت وہی ہیں ماہِ جہانِ رحمت
نبیؐ کے قدموں کی خاک ہو کر صبا ہمارا سلام پہونچا

ہزاروں اُن پر تحیّتیں ہوں ہزاروں خالق کی رحمتیں ہوں
درود و اخلاص سے معطّر صبا ہمارا سلام پہونچا

کبھی ہو پابوس خاکِ پا کی کبھی ہو قرباں پکڑ کے جالی
نثار روضہ پہ اُن کے ہو کر صبا ہمارا سلام پہونچا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین لاہور
ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء



